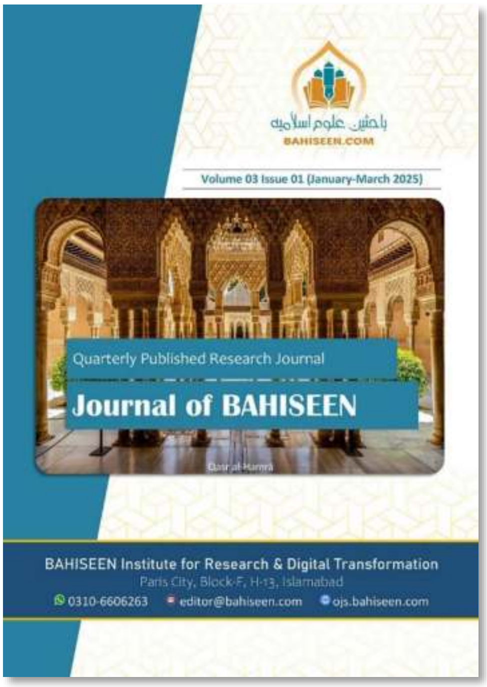

Title
Journal of BAHISEEN
Issue
Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
ISSN
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
Frequency
Quarterly
Copyright ©
Year: 2025
Type: CC-BY-NC
Availability
Open Access
Website
ojs.bahiseen.com
Email
editor@bahiseen.com
Contact
+923106606263
Publisher
BAHISEEN Institute for
Research & Digital
Transformation, Islamabad

پاگاڑاخاندان کے جدِاعلیٰ سیّد علی مکی کی ہجرتِ سندھ (تحقیقی وتاریخی جائزہ)

Migration of Syed Ali Makki, The Great Ancestor of the Pagara Family, To Sindh Research and Historical Review

Abdul Qadir Indher
PhD Research Scholar,
Al-Hamad Islamic University,
Islamabad Campus
Dr Muneer Ahmed
Associate Professor,
Al-Hamad Islamic University, Islamabad

Abstract

The religion of Islam is the most authentic and universal religion among the religions of the world, whose teachings are also perfect, complete and eternal code of life, just as Hazrat Adam and Eve (peace be upon them) were the foundation of the earth and the beginning of humanity, which is clearly testified to by the Quran. Of course, the Holy Quran is the eternal source and source of all religious and secular sciences and arts. The various verses and verses related to the creation of man or human lineage, the Prophet of Man, are a source of knowledge among the existing human beings, their lineage, and the tribes and tribes of humanity. Similarly, the truth of the human family tree becomes clear from historical facts and genealogy. Among the personalities who appeared in the land of Sindh, the famous spiritual and scientific leader of the Hurrians, the ancestor of the Pagara family, is called Amjad. In this article, the opinions of various ancient and modern scientific and historical personalities regarding this great personality are also different, so here It is necessary to clarify this fact and to clarify the hidden facts in the light of ancient and modern historical sources.

Keywords: Sindh, Pagara, Migration, Historical, Family

ابتدائیہ:

دینِ اسلام ادیانِ عالم میں مستند ترین اورآفاقی دین ہے جس کی تعلیمات بھی کامل و مکمل اورابدی ضابطۂ حیات ہے چناں چہ حضرتِ آدم وحوأروئے زمین پر اساس وآغازِ انسانیت ہے جس کی کھلی گواہی قرآن بھی واضح طور پر دیتاہے البتہ قرآنِ کریم تمام دینی ودنیوی علوم وفنون کاابدی سرچشمہ ومنبع ہے تخلیقِ انسان یاانسانی انساب کے متعلق جابجاقرائن وآیاتِ کریمہ حضرتِ انسان کے متعلق اس میں موجود ہے انسان کے حسب ونسب اورشعب وقبیلہ انسانیت کے درمیان معرفت کاذریعہ ہوتاہے اسی طرح تاریخی حقائق اور علمِ انساب سے انسانی شجرۂ نسب کابخوبی حقیقت واضح ہوجاتاہے، انسان کی معرفت کے حوالے سے سرزمینِ سندھ پر وارد ہونے والی شخصیات میں سے حروں کے معروف روحانی وعلمی پیشواپاگاڑاخاندان کے جدِامجد کاہے اس مقالے میں اس عظیم شخصیت کے متعلق مختلف قدیم وجدید علمی وتاریخی شخصیات کی آراء بھی مختلف ہے چناں چہ یہاں اس حقیقت کوواضح کرنااور قدیم وجدید مصادرِ تاریخ کی روشنی میں اس درپردہ حقائق واضح کرناضروری ہے۔

معروف محقق محمد قاسم مشوری اپنے ملفوظات میں رقم طراز ہے:

"پاگاڑاخاندان کے جدِاعلیٰ سیّد علی مکی وہ پہلی شخصیت ہیں جو قدیم سندھ ہجرت کرکے آئے۔"[1]

سر زمین سندھ پر ان کی آمد کی سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہے:

"سندھ کی سر زمین ہزاروں اولیاء کرام اور عارفین کی آرام گاہ ہے بے شمار بزرگان دین نے اپنے وطن کو ترک کر کے اس ملک کو اپنا آخری وطن بنایا اور اسکو اپنے روحانی فیض سے مالا مال کیا ان بزرگان دین میں سے ایک سلسلہ سادات کرام کا تھا جو تقریباً چوتھی صدی ہجری میں مکہ سے ہجرت کر کے سندھ میں آئیں. سندھ کے مشہور سادات لکیاری قبیلے کے جد امجد سید علی مکی بھی مکہ شریف سے آنے والے بزرگان دین میں سے ایک تھے جو برگنہ سیوستان یعنی موجودہ سہون شریف ضلع دادو بھگے ٹھوڑے نامی پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے ایک پُر فضا اور خاموش بستی میں آکر سکونت اختیار کی یہ بستی بھگے ٹھوڑے جبل اور دریا کے درمیان جو نہایت تنگ ہے جس کو لک یا لکی کہتے ہیں یہ بستی آگے چل کر سید علی مکی کے نام پر لک علوی کے نام سے مشہور ہوئی اور سید علی مکی کی اولاد لکیاری سادات کے نام سے مشہور ہوئے۔"[2]

اس طرح صاحب تحفتہ الکرام میر علی شیر قانع لکھتے ان کے جائے ورود کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"سادات کا یہ پہلا برگزیدہ خاندان تھا جو سندھ کے لیے باعث شرف وزنیت بنا یعنی لک علوی، لکی ایک نامور شہر ہے جہاں سادات کی رہائشگاہ تھی، وہاں ایک پہاڑ جو بالکل تنگ ہے اسے لک کہتے ہیں۔"[3]

میر علی شیر، "سید علی مکی" کا شجرہ نسب یوں بیان کرتے ہیں.

"سید علی بن عباس بن سید حسین بن سید ارشد بن سید زید بن سید جعفر بن سید عمران بن سید ہارون بن سید عبد اللہ اشرف بن سید قاسم بن عبد اللہ بن امام موسی کاظم رحمتہ اللہ علیہ۔"[4]

تاریخ سندھ پر قدیمی اور بنیادی کتب تاریخ طاہری اور تحفتہ الکرام کو سمجھا جاتا ہے ان کتابوں میں یہاں کسی ظالم حکمران راجہ دلوراء کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ظلم و جبر کو ختم کرنے اور عدل وانصاف کا نظام بحال کرنے کے لیے سید علی مکی کی سامرہ سے ہجرت کر کے سندھ کی طرف آنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تاریخ طاہری کے مصنف محمد طاہر نسیانی راجہ دلوراء کے متعلق لکھتے ہیں:

"دلوراءمابین این ہر دو شہر مذکور حکومت داشت بید اگر مظالم، زانی، بنوعی و نہجی بود کہ ہر شب یک دختر بتصرف می آورد."[5]

محمد صدیق میمن کی تصنیف انتخاب تاریخ طاہری نے بھی تاریخ طاہری جیسی ہی معلومات فراہم کی ہے:

"دلوارء دو شہروں الور اور برہمن آباد پر حکومت کرتے تھے. وہ بڑا ظالم زانی اور بدکرار حکمران تھا. یہاں تک کہ ہر رات ایک کنواری لڑکی کو اپنے بستر کی زینت بناتا تھا اور جو بھی سوداگر اس کی حدود میں داخل ہوتا تھا تو ان سے مال کا آدھا حصہ چھین لیا جاتا تھا اگر کوئی خوبصورت عورت ان کے ساتھ ہوتی تو اس کو بھی نفسانی ہوس بجھانے کی نیت سے قبضے میں لے لیتا تھا۔"[6]

میر علی شیر قانع سید علی مکی کے روحانی فیض بابت لکھتے ہیں:

"سید کے آنے سے تھوڑا عرصہ قبل راجہ دلوراء کے ظلم کی وجہ سے اروڑ شہر اور (بھانبھڑا) برہمن آباد شہر ویران تباہ و برباد ہو چکے تھے دلوراء اپنے بھائی چھٹہ بن آمر کی ہدایت پر بُرے کاموں سے توبہ تائب اور پشیمان ہو کر سید علی مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بیٹی سید علی مکی کے نکاح میں دے دی جس سے چار بیٹے پیدا ہوئے. (۱) سید محمد (۲) سید مراد (۳) سید حاجی عرف بھرکیہ (۴) سید چگو جن سے آگے چل کر چار قبیلے وجود میں آئے."[7]

صاحب تحفتہ الکرام مزید لکھتے ہیں:

"سومرا قوم یہ سامرہ کے عرب ہیں جو چوتھی صدی ہجری سندھ میں آئے تھے. بعض کا کہنا ہے دلوراء آمرانی کے بھائی چھٹہ آمرانی جب اپنے بھائی کے ظلم سے تنگ آگئے اور بھائی کی نحوست سے اروڑ اور بھانبھرا (برہمن آباد) شہروں کی ویرانی اور بربادی اپنی آنکھوں سے

دیکھی تب بغداد جاکر اپنے بھائی دلوراء کی خلیفہ سے شکایت کی. خلیفہ نے سید علی موسوی کی سرکردگی میں سامرہ کے رہائشی ایک سو عرب سندھ کی طرف بھیجے دلوراء نے سید کی تابعداری قبول کی۔ اپنی بیٹی سید کے نکاح میں دے دی اور حضرت علی مکی نے سندھ میں متعلوی ٹیاری نامی گاؤں میں رہائش اختیار کی۔"[8]

اعجاز الحق قدوسی نے تحفتہ الکرام کو بنیاد بنا کر سید علی مکی کی سندھ کی طرف ہجرت کی وجہ بیان کرتے ہوئے تفصیلی واقعہ ذکر کیا ہے کہ سندھ میں ''اروڈ'' اور ''برہمن آباد'' کا حکمران راجہ دلوارء تھا جس کا دارالخلافہ اروڑ تھا. دلوراء ظالم اور بدکردار شخص تھا اس کا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام ''چھٹہ آمرانی'' تھا جو ساتھ ہی رہتا تھا. مسلمانوں کے بہترین اخلاق اور فیض صحبت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور غالباً منصورہ میں جا کر قرآن مجید حفظ کر لیا تھا فراغت کے بعد جب اپنے وطن واپس آیا تو گھر والوں نے شادی کرنے پر مجبور کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا. اس کے بعد ساتھیوں نے طعنہ دے کر کہا کہ یہ تو ملک عرب کی فلاں عورت سے شادی کرے گا یہ بات اُس کے دل میں بیٹھ گئی اور فوراًحج کی ادائیگی کے لیے مکہ پاک روانہ ہوا اور وہاں جاکر ملک عرب میں فاطمہ نامی ایک عورت سے نکاح کر لیا. یہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ سندھ واپس آئے اور برھمن آباد میں رہائش اختیار کی چھٹہ آمرانی بڑا نیک اور متقی انسان تھا ہمیشہ اپنے ظالم بھائی راجہ دلواراء کو گناہوں سے باز رہنے کی نصیحت کرتا رہتا تھا اور اچھائی کی طرف رغبت دلاتا رہتا تھا لیکن اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا ایک دن کسی دربان نے دلوراء کی مجلس میں فاطمہ کے حسن و جمال کی بات کر دی دلوراء اس کے حسن کی تعریف سُن کر اس قدر مست ہوا کہ ایک دن موقعہ پا کر جب کہ چھٹہ آمرانی گھر میں موجود نہ تھا۔ وہ بُری نیت سے گھر میں داخل ہو گیا. چھٹہ آمرانی کو بروقت خبر پہنچ گئی. جلد ہی اپنے گھر واپس آیا اپنی اہلیہ کی عزت بچا کر برھمن آباد شہر سے نکل گیا اور سیدھا خلیفہ کے دربار میں عربستان پہنچ گیا. اپنے بھائی دلوراء کے مظالم کی داستان خلیفہ کی خدمت میں پیش کی اور دادرسی کی درخواست کی. تو خلیفہ نے سامرہ سے سید علی مکی کو ایک سو فوجی سپاہیوں کے دستے کے ساتھ دلوراء کی گوشمالی کے لیے سندھ کی طرف روانہ کیا. لیکن آپ کی آمد سے پہلے ہی ''اروڑ'' اور ''برھمن آباد'' اللہ کے غضب سے برباد ہو چکے تھے۔

حضرت علی مکی جب سندھ میں تشریف لائے تو دلوارء اپنے کیے پر پشیمان ہو کر توبہ و تائب ہوا اور اپنی بیٹی کی شادی سید علی مکی سے کرادی اس بیوی سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں.

"(۱)سید محمد (۲)سید مراد (۳)سید حاجی عرف بھرکیہ (۴)سید چگو۔"[9]

مذکورروایات کا تبسم چوہدری نے تاریخی تجزیہ پیش کیا ہے:

"تحفتہ الکرام کی روایت کے مطابق سید علی مکی مشہور اسلامی کمانڈر محمد بن قاسم کے ساتھ یاان کے قریبی زمانہ میں سندھ میں آئے اور یہی بات مرزاقلیچ بیگ کی روایت سے ثابت ہوتی ہے مگر ''فتح نامہ سندھ'' اس سلسلہ میں خاموش ہے بالخصوص اس کے شارح مرحوم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی اور مرحوم مخدوم امیر احمد سابق پرنسپل اور ینٹل کالج حیدر آباد نے اپنی قیمتی تحقیقات سے ''فتح نامہ سندھ'' اور ''چچ نامہ'' کی شرح لکھی. نوٹس اور حوالے دے کر اس میں گراں قدر اضافہ کیا ہے. اس میں سید علی مکی کا تذکرہ کہیں بھی موجود نہیں ہے. چھٹہ آمرانی کی فریاد پر عراق سے سید علی مکی کی سرکردگی میں ایک سو سپاہیوں کا سندھ میں آنا کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں کیونکہ اس وقت سندھ میں بنوامیہ کے گورنر موجود تھے اور وہ دلوارء کو قرار واقعی سزا دینے کے لیے ہر لحاظ سے طاقت ور اور صاحب اختیار تھے. اس لیے ان کی موجودگی میں عراق سے مددگار دستہ کا آنا محض روایت ہی ہو سکتا ہے اور اسے کسی صورت میں تاریخی حقیقت تسلیم نہیں کیا جاسکتا. اگر سید علی مکی حاکم عراق کے ایماء پر سندھ میں آئے تھے تو اپنی مرضی سے سہون میں آباد نہیں ہو سکتے تھے. پھر بھی اگر اس روایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو آپ کے باقی ایک سو ساتھیوں کے متعلق کیا تصور کیا جائے گا جب کہ ان کی آبادکاری یا واپسی کا کوئی بھی تاریخی ثبوت نہیں ملتا."[10]

اعجاز الحق قدوسی نے تحفتہ الکرام میں سومرہ فرمانرواؤں کے سلسلے میں دلوراء نامی ایک حاکم کا مزید اضافہ کیا ہے چناں چہ لکھتے ہیں:

"دلوراء غالباً عمر سومرہ سے پہلے حکمران تھا اور دلوراء کی حکومت شمال میں ڈیرہ غازی خان اور جنوب میں حیدر آباد سندھ کے قریب تک تھی اس کا پایہ تخت الور تھا. واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھونگر دوم یا خفیف دوم کے زمانے میں اس نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا. دلوراء بہت ظالم تھا اس کے انتہا ظلم کی وجہ سے "الور" اور اس کے اطراف کی زمینیں خشک ہو کر رہ گئیں کچھ دنوں بعد شہر ویران ہو گیا اور لوگ شہر چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چلے گئے دلوراء بھی "الور" چھوڑ کر "برھمن آباد" چلا گیا."[11]

سومرہ خاندان کے حالات ابھی تک اس قدر تاریکی میں ہیں کہ ان کے متعلق تفصیلات فراہم کرنا انتہائی مشکل ہے. لیکن اجمالاً ان کے عہد حکومت کے متعلق ذکر کرتے ہیں:

"جب غزنوی سلطنت باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی اور سلطان عبد الرشید کی عیاشی اور آرام طلبی کی وجہ سے سرحدی علاقے خود مختاری حاصل کر رہے تھے تو ۴۴۴ھ سندھ میں سومرا خاندان کی مستقل حکومت کی بنیاد پڑی. سومرا قبیلے کے لوگوں نے تھری میں جمع ہو کر سومرا نامی ایک شخص کو سندھ کا حاکم بنایا. سومرو نے بڑے تزک و احتشام سے سندھ پر حکومت کی اور مفسدین کا قلع قمع کیا اس کے بعد اس نے اطراف کے طاقتور زمیندار صاد نامی کی لڑکی سے شادی کی. اس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام بھونگر تھا جو سومرہ کے بعد تخت نشین ہوا. سومرا نے ۴۵۰ھ میں وفات پائی[12] صاحب جنت السندھ کا بیان ہے کہ سومرو پہلے اسماعیلی شیعہ تھا، جو اوچ شریف کے مشائخ کے ہاتھ پر اسماعیلی عقائد سے توبہ کر کے سُنی ہوا۔"[13]

دلوراء کے متعلق تاریخ طاہری اور تحفتہ الکرم نے جو معلومات فراہم کی ہیں کہ وہ ایک بد کردار اور بدنام سومرو سردار تھا جس کی بداعمالیوں کی وجہ سے "الور" یا "اروڑ" شہر برباد ہوا بعد میں برھمن آباد پر حکومت کی اپنے بھائی چھٹہ آمرانی کی بیوی فاطمہ پر بُری نظر ڈالی اور چھٹہ آمرانی بغداد جاکر خلیفہ کو شکایت کی خلیفہ نے سید علی مکی کو ایک سو سپاہیوں کے ہمرہ سندھ کی طرف روانہ کیا دلوراء توبہ تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی مکی سے کروادیا. دلوراء کی شخصیت اور کردار کو اتنا مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے کہ سید علی مکی کے سسر ہونے کے ناتے کوئی سربستہ احوال نہیں مل رہا. دلوراء کو ایک سومرو سردار کہا گیا ہے اور وہ بھی اتنا بااختیار اور بے لگام گویا کہ پوری حکومت میں نہ تو کوئی ان سے پوچھنے والا تھا نہ روکنے ٹوکنے والا کہ پہلے اروڑ حکومت تباہ کروادی اس کے بعد بغیر کسی مشکل اور پریشانی کے برھمن آباد حکومت ہاتھ میں لے رہا ہے. جبکہ شہروں کے شہر اس کی حکومت کے لئے خالی پڑے تھے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق ایک شہر کو ویران کر کے پھر دوسرے شہر کو بھی برباد کروا رہا ہے ہر بات افسانہ کے علاوہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی. دلوراء اروڑ میں بد کرداری کا مظاہرہ کر رہا ہے اور وہی بات پھر برہمن آباد میں دہرا رہا ہے. جبکہ اس کو اپنے بھائی اور بھابھی کے رشتوں کی بھی پہنچان نہیں ہے. مزے کی بات یہ ہے کہ گناہ یہ کر رہا ہے اس کے بجائے سزا دوسروں کو مل رہی ہے. جب برہمن آباد غرق ہو رہا تھا تو اس کا بال بھی بیگا نہیں ہوا. باقی سب کچھ برباد ہو گیا. کہا گیا ہے کہ آپ کے بھائی چھٹہ آمرانی اُس کے گندے کرتوت سے مایوس ہو کر بغداد کے خلیفہ کے پاس شکایت لے کر گیا جس نے سید علی مکی کی قیادت میں ایک سو جنگجو ساتھ بھیج رہا ہے خلیفہ وقت نے دلوراء کو اپنی دربار میں کیوں نہیں بلا کر وضاحت پوچھی یا صفائی کا موقعہ دیا. یہ بھی ایک عجیب بات ہے دلوراء اتنا ظالم تھا کہ اسکے ستم کی وجہ سے اروڑ اور برہمن آباد تباہ ہوئے تو وہ خدا کے خوف سے ڈرا نہ پھر ایک سو لوگوں کے جھتے کو دیکھ کر پریشان ہوا، پھر اپنے بھائی چھٹہ آمرانی کے احساس دلوانے پر سید علی مکی کی خدمت میں توبہ تائب ہوا اور فوراہی اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا. جیسا کہ مؤرخین کا کہنا ہے کہ سید علی مکی کی شادی خانہ آبادی دلوراء کی بڑی بیٹی سے ہوئی تھی. لیکن یہی لکھنے والا لے محقق اور مؤرخ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ دلوراء کی آخری زندگی کیسے گزری اتنی بڑی شہرت رکھنے والا یا بدنام حاکم تاریخ کے اوراق میں کیسے گم ہو گیا. اس بارے میں دی ہوئی معلومات اور وضاحتیں ہمیں

کسی حد تک مایوسی سے نہیں بچا پا رہی ہیں. حضرت سید علی مکی کے علاوہ سندھ میں اور بھی بے شمار لوگ باہر سے آئے جنہوں نے یہاں آکر شادیاں کیں اور ان کی نسلیں آباد ہوئیں. مثال کے طور پر حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی کے بڑے سید حیدر شاہ نے حالا شہر میں شاہ محمود حالی کی بیٹی سے شادی کی. اس کے بعد شاہ محمود حالی کی زندگی کے احوال کے متعلق تاریخ کے اوراق خاموش ہیں. اسلیئے اگر دلوراء کی زندگی کی تفصیلی خبر سامنے نہیں آرہی ہے تو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ دلوراء کا تفصیلی احوال نہ ملنے کا سبب سید علی مکی کی حیثیت شخصیت ہی ہو سکتی ہے جیسے سورج کی روشنی میں ستارے نظر نہیں آتے ایسے ہی حضرت علی مکی کی عزت، عظمت اور شہرت کی روشنی میں دلوراء کی باقی زندگی مزید واضع نہیں ہو سکی. جس طرح دلوراء کے متعلق محققین کے کہنے کے مطابق اپنے سابقہ کردار اور ماضی کی داغدار زندگی سے سید علی مکی کی شخصیت کردار اور تعلیم سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اسلئے ہو سکتا ہے کہ ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی آچکی ہو اور باقی زندگی خاموشی اور گمنامی میں گزرانے کا فیصلہ کیا ہو جسکے نتیجے میں وہ تاریخ اور تاریخ نویسوں کی نظروں سے او جھل رہے.

بعض مؤرخین نے دلوراء کو اچھے حکمران کے طور پر پیش کیا ہے:

ا۔ بعض محققین اور مئورخین دلوراء کے نام کی وجہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہوئے ہیں کچھ کا خیال ہے وہ غیر مسلم تھا. لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے ہمارے خیال میں دلوراء سومرو ہونے کے ناطے مسلمان تھے. لیکن آپ کا واسطہ قرامطی مکتب فکر سے تھا. اس لئے اپنے نام کو عربی نام میں تبدیلی نہیں کیا اس کی بڑی گواہی اس بات سے ملتی ہے کہ انگریزوں کے دور میں اسماعیلی کھوجو میں ہند کے نام رکھنے کا رواج برقرار تھا. جو پاکستان بننے کے بعد ختم ہوا. جب ماضی میں ہند کے نام رکھنے کا رواج تھا تو ماضی بعید میں بھی قرامطی یا اسماعیلی اس لیے نام رکھ سکتے تھے. ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ دلوراء مقامی خود مختاری کے قائل تھے. اس لئے انہوں نے عباسی خلفاء کے اختیار، اقتدار اور اثر کو نہ ماننے یا کم کرنے کیلیئے سندھ میں دروزی اور قرامطی تحریک کا ساتھ دیا ہو گا. اسی وجہ سے آپ کا بھائی چھٹہ آمرانی ناراض ہو گئے ہونگے. اسی سیاسی ناراضگی کے سبب عباسی اقتدار کو سندھ میں قائم رکھنے والے طبقے نے دلوراء کو بدنام کرنے کے لیے غیر اسلامی کام کرنے جیسے الزام لگائے اور کردار کشی کی ہے.

"اگر دلوراء اپنے دور کا بدنام، گنہگار اور غیر مسلم حکمران تھا تو حضرت سید علی مکی جیسے باشریعت، متقی اور مبلغ اپنا سسر نہ بناتے جبکہ یہ بات کتابوں میں لکھی گئی ہے کہ دلوراء سید علی مکی کے سامنے توبہ تائب ہوئے. تو اس سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ قرامطی یا اسماعیلی مکتب فکر کو چھوڑ کر سید علی مکی سے متاثر ہوئے."[14]

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تاریخی طور دلوراء کا دور اس وقت تک روشن نظر نہیں آرہا ہے لیکن ہماری راء کے مطابق عرب دور کے اختتام کے بعد دلوراء پہلے مشہور حکمران تھے جو ایک عظیم مدیر اور دانا تھے. جس کے دور میں بڑے کارنامے ہو کر گزرے دلوراء کی حکومت پانچویں صدی ہجری میں تھی. ڈاکٹر صاحب آگے وضاحت کرتے ہیں کہ دلوراء کافی پہلے گزرے تھے اور دودو چنیسر کافی عرصہ بعد آیا کارادودارایابڑادودااوائلی عرب سردار کی پشت میں سے تھے. اسلیئے دلوراء کا زمانہ بھی اوائلی تھا اور غالبا یہی دلوراء کے ہم عصر اور ثانی تھے. بھونگر راء آپ کی پشت سے ہوئے جنکو دلوراء نے اپنی بادشاہی میں سے یعنی جنوب اور مشرق سندھ کی اراضی حوالے کی تھی. جہاں پر اس نے (وگھ) قلعہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا."[15]

ڈاکٹر نبی بخش دلوراء کے متعلق پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور غلط روایتوں کا مدلل جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے تاریخ طاہری کے مصنف نے دلوراء کو ظالم حکمران لکھا ہے اس کے بعد باقی لکھنے والوں میں یہ روایت مشہور ہو گئی. ہم تاریخ طاہری کے مقدمہ اور حاشیہ میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ تاریخ طاہری کے مصنف طاہر محمد نسیانی کے سومرہ اور سمہ خاندان کے متعلق معلوماتی ماخوذ تاریخی نہ تھے. بلکہ اس وقت کے کسی ماضی کی روایات پر مبنی تھے. ان روایات کی مکمل چھان بین بھی نہیں کی گئی. اس کے علاوہ

طاہر محمد ذاتی طور پر سومرہ اور سمہ قبائل کے متعلق منصفانہ خیال بھی نہیں رکھتے تھے. کیونکہ آپ کا تعلق سھتہ برادری سے تھا جو کہ نانکے تھے سھتہ سومرہ، سمہ اور قبائل کی رقابتیں کافی عرصہ پہلے سے چلتی آرہی تھیں."[16]

ا۔ تخت گاہ الور:

الور سندھ کی قدیم تخت گاہ جو روہڑی سے سات میل کے فاصلے پر مہران نہر کے مشرقی کنارے پر واقع ایک حسین اور وسیع شہر تھا جو خوبصورتی کے لحاظ سے اریاورت کے قدیم شہروں ہستناپور، اندرپرساد (دلی) اور پتالیپترا (پاٹنا) کے ثانی تھے. اس لیے یونانی جغرافیہ دانوں نے موسیکانوس نام رکھا تھا. قلعہ کے آس پاس پہاڑوں میں سونے اور چاندی کی کانیں موجود تھیں. اس شہر کے چاروں اطراف مظبوط عالم پناہ دیا ہوا تھا. باغات، محلات اور خوبصورتی کی وجہ سے مشہور تھا. شہر کے درمیان بدھ مت کا مشہور مندر قائم تھا. عرب سیاح اور جغرافیہ دان اپنی اپنی زبان کے اعتبار سے جدا جدا ناموں سے یاد کرتے تھے. مثلاً مسعودی نے اس شہر کو ۹۴۲ھ میں مہران نہر کے مغربی کنارے پر دیکھا تھا تو الرور نام سے یاد کیا۔

ابن خر دازبہ ۲۵۰ھ بمطابق ۱۱۶۵ع میں الور کو رور لکھا ہے:

"اس شہر کا ہندی نام اروڑ ہے. یہ قدیم شہر ہندو راجاؤں کے دور میں سندھ کا دارالخلافہ تھا. اس کے چاروں اطراف بڑی دیوار تھی. جہاں اس زمانے کا بادشاہ یا راجا خود جلوہ افروز ہوتا تھا. راجہ داہر اسی میں رہتا تھا اور محمد بن قاسم نے اسی شہر کو فتح کیا تھا. بعد میں ابو عاف بن قیس اسدی کو حاکم مقرر کر کے خود ملتان سے ہوتے ہوئے جب قنوج پہنچے تو حکم موصول ہوا کہ واپس بغداد آجائیں. بنی امیہ خلفاء کے دور میں الور کا حاکم راجہ دلوراء تھا اور الور کو دلور بھی کہتے ہیں. یہ ہندو راجہ بڑا ظالم تھا اور انہی کے دور حکومت میں شہر غرق تباہ ہوا تھا."[17]

لب تاریخ سندھ میں دارالحکومت اروڑ کا بیان ہے:

خداداد خان، خان بہادر، "لب تاریخ سکھر" میں یوں رقم طراز ہے:

"اروڑ اب بھی مشہور ہے اور روہڑی سے جنوب مشرق میں پانچ میل کے فاصلے پر بڑی نہر نارہ کے کنارے پر واقع ہے. اس وقت ایک چھوٹا سا ویران گاؤں ہے جس میں کوری اور ہندو رہتے ہیں جن کے گھروں کی تعداد ایک سو سے زیادہ نہیں ہوگی البتہ وہاں حضرت شکر گنجؒ کا مزار پُرانوار ہے. جہاں سکھر، روہڑی اور گرد و نواح کے دیہاتی کے لوگ میلہ کے موقع پر آتے ہیں."[18]

محمد اسحاق بھٹی اپنی کتاب برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش میں یوں لکھتے ہیں:

"الور یا اروڑ علاقہ سندھ کا قدیم شہر اور راء خاندان کا دارالحکومت تھا اور دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے بہت سر سبز اور آباد تھا. اس کی حدود سلطنت جنوب میں گجرات اور سوراشٹر تک پھیلی ہوئے تھیں. آج کل اسے اروڑ کہتے ہیں. سندھ میں روہڑی سٹیشن سے چار میل جنوب میں واقع ہے اور دور دور تک کھنڈرات پھیلے ہوئے ہیں."[19]

2۔ برہمن آباد:

مرزا قلیچ بیگ قدیم سندھ ان جا مشہور شہر اور ماڑھوں میں اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہندو راجاؤں کے زمانے میں سات بڑے قلعوں میں سے برہمن آباد بھی ایک قلعہ تھا. چچ کے دور حکومت میں اگھم لوہانہ وہیں کے حاکم تھے. لاکھہ، سمہ اور سہتہ یہ ساری قومیں رہتی تھیں. یہ تمام قومیں حاکم کے زیر اثر تھیں. بادشاہ کا حکم دیبل بندر تک چلتا تھا چچ اور اگھم لوہانہ کے درمیان اختلاف ہوا تو چچ نے حملہ کر کے اگھم کو مار دیا. قلعہ اپنے قبضہ میں کر لیا اور اگھم کی بیوی سے شادی کر لی."[20]

محمد اسحٰق بھٹی مزید لکھتے ہیں:

"راجہ داہر کی موت کے بعد اس کی فوج کے بہت سے سپاہی بھاگ کر برہمن آباد چلے گئے تھے یہ سندھ کا وہ پرانہ شہر تھا جس کے ارد گرد دور تک پھیلی ہوئی جھاڑیاں اور بے شمار درخت تھے. یہ ایسا جنگل تھا جس میں چھپ گئے تھے. وہ موقع پا کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے تا کہ داہر کی شکست اور موت کا بدلہ لیا جاسکے. جب محمد بن قاسم کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے برہمن آباد اور اس کے قرب وجوار کے علاقے کی تسخیر کا عزم کیا اور نہایت ہی تیزی سے یہاں پہنچے اور دشمن پر حملہ آور ہوئے اور دشمن کو شکست دی. حضرت حسن بصری کے فرزند کس مس اس لڑائی میں محمد بن قاسم کے ہم رکاب تھے. انہوں نے برھمن آباد کے بجائے اس شہر کو "برہما" کہا ہے. لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا برہمن آباد اور برہما کا اطلاق ایک ہی شہر پر ہوتا ہے". [21]

برہمن آباد (بھابھڑاں) نیرون کوٹ، حیدر آباد، دیول، ٹھٹھہ، لاکھا، سمہ اور مہران کی ساری وادی ایک حاکم کے تحت ہوا کرتیں تھیں. فی الوقت برہمن آباد خان بہادر خداداخان رقم طراز ہے:

"(بھابھڑاں) کے نام سے مشہور ہے. یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے محض ریت کے ٹیلے ٹندو آدم کی مشرق میں نو میلوں کے فاصلے پر واقع ہے. نیرون کوٹ کا نام تبدیل ہو کر حیدرآباد ہو گیا. حیدر آباد شہر کی بنیاد سندھ کے حاکم میاں غلام شاہ ولد میاں نور محمد کلہوڑہ نے ۱۱۸۲ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں رکھی تھی. دیبل بندر تبدیل ہو کر ٹھٹھ بنا ہے جو سندھ کے سماحاکم جام نظام الدین عرف جام نندو نے ۹۸۳ھ بمطابق ۱۴۸۷ء میں اس کی بنیاد رکھی تھی. لوہانہ، لاکھا، سمہ جو اس صوبے میں آباد تھے فی زمانہ موجود نہیں ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ شہر تھے یا گاؤں یا قلعہ البتہ مہران (دریائے سندھ) ہنوز سندھ میں بہتا رہتا تھا." [22]

سید علی مکی کی آمد سندھ کے عظیم دانشوروں کی آراء:

سندھی زبان کے محسن اور جدید ادب کے ماہر مرزا قلیچ بیگ سید علی مکی کی سندھ میں آمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ سید ۷۱۱ء فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے اور (لکی) میں رہائش پذیر ہوئے." [23]

مرزا قلیچ بیگ کے اس دعویٰ کو مندرجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر رد کیا جاسکتا ہے.

"حضرت پیر سائیں محمد راشد روضے دھنی اور سچل سرمست ہم عصر بزرگ تھے. سچل سرمست کے شجرہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بڑے جدامجد حضرت شہاب الدین محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے." [24]

حضرت شہاب الدین سچل سرمست کی ۳۶ویں پشت میں آرہے ہیں. اگر سید علی مکی محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے. تو یہ بزرگ بھی سید محمد راشد روضے دھنی کے تھوڑا آگے پیچھے فرق کے ساتھ ایک ہی پشت میں آتے لیکن راشدی خاندان کے شجرہ کے مطابق سید علی مکی سید محمد راشد کی بیسیویں پشت میں آرہے ہیں". [25]

صاحب تحفتہ الکرام نے یہ لکھا ہے:

"سید علی مکی نے دلوراء کی بیٹی سے شادی کی تھی. [26]جب کہ سندھ گزیٹیئر میں دلوراء کا زمانہ ۱۲۲۱ء بتایا گیا ہے. اس لحاظ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سید علی مکی ۷۱۱ء میں آئیں اور ۱۲۲۱ء میں شادی کریں." [27]

"فاروقی خاندان کے بڑے دادا حضرت شہاب الدین محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ آئے جب ہم حضرت شہاب الدین سے اوپر شجرہ نسب کو دیکھتے ہیں تو آپ حضرت عمر فاروقؓ کے پڑپوتے ہیں." [28]

"محمد بن قاسم سے حضرت عمر فاروقؓ کی چوتھی نسل کے فرد سندھ میں آئے جب کہ سید علی مکی سے اوپر والا شجرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی چوتھی نسل میں سید عمر کا نام آتا ہے. حضرت عمر فاروقؓ کے ہم عصر حضرت علی کرام اللہ وجہہ الکریم جو سید علی مکی کے جد امجد ہیں پندرہویں پشت میں آرہے ہیں". [29]

یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والا ایک بندہ حضرت شہاب الدین کا تعلق اپنے جد امجد حضرت عمر فاروقؓ سے چوتھی پشت میں ہو اور دوسرے سید علی مکی کا تعلق اپنے جد امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پندرہویں پشت میں ہو. مرزا قلیچ بیگ نے اپنے خیالات میں کوئی حوالہ بھی پیش نہیں کیا ہے. اس لیے ان کے خیال سے متفق بھی نہیں ہوسکتے ہیں.

معروف بزرگ سیاست دان جی ایم سید کی رائے:

اس دور کے نامور سیاست دان اور ادیب محترم جی ایم سید نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"حضرت علی مکی مکہ شریف سے ۵۱۲ھ بمطابق ۱۱۱۸ء میں ہجرت کر کے سندھ میں آئے. "[30]

جی ایم سید کے اس دعوی کو نیچے دیے گئے اسباب کے تحت قبول نہیں کیا جاسکتا ہے. کہا گیا ہے کہ

"حضرت سید علی مکی نے دلوراء کی بڑی بیٹی سے نکاح کیا تھا". [31]

"ایک طرف اٹکن نے بتایا کہ دلوراء کا زمانہ ۱۲۲۱ء ہے اس طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ ۱۱۱۸ء میں سندھ آئے اور ۱۲۲۱ء میں شادی کر لی۔"[32]

جب کہ جی ایم سید کی اس رائے کی تصدیق کہیں سے بھی ثابت نہیں ہو رہی ہے.

فقیر رحمت اللہ ونڈیر کی رائے:

فقیر رحمت اللہ ونڈیر نے اپنی تصنیف ''حضرت روضے دھنی بادشاہ'' میں لکھا ہے:

"سید علی مکی محمد بن قاسم فاتح سندھ کے ساتھ ۷۱۱ء بمطابق ۹۲ھ میں آئے تھے اور دلوراء ظالم راجہ کو قتل کیا تھا۔"

آگے مزید لکھتا ہے:

"بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت سید علی مکی ۱۳۹۸ء میں تیمور گورگان سے اس وقت سندھ میں آئے تھے جب انہوں نے ہرات سے آکر ہندوستان پر چڑھائی کی تھی بعد میں سید علی مکی اولاد چھوڑ کر واپس چلے گئے باقی صاحبزادگان میں سے ہر ایک سید عبد الغنی اجمیر کے حاکم، سید عبد الواحد بکھر کے حاکم، سید ابو بکر عرف چھکن سہون کے حاکم اور سید شرف الدین باقی خاندان کی دیکھ بھال کرتے رہے کچھ سیدوں کو اپنے ساتھ خدمت کے لیے لے گئے. "[33]

۱۔ فقیر رحمت اللہ کی تحریر پر بے شمار اعتراضات کیے جاسکتے ہیں اس سے قبل مرزا قلیچ بیگ کی عبارت پر دلائل کے ساتھ اس نتیجے تک پہنچ گئے کہ حضرت سید علی مکی محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں ہجرت کر کے نہیں آئے تھے.

۲۔ فاضل موصوف نے سید علی مکی کی اولاد کی تعداد پانچ بتائی ہے اس کے علاوہ ان کے ناموں میں بھی اختلاف نظر آرہا ہے. حالانکہ سید علی مکی نے جو دلوراء کی بیٹی سے نکاح کیا تھا اس خاتون سے چار بیٹے ثابت ہیں. ۱۔ سید محمد ۲۔ سید مراد ۳۔ سید حاجی عرف بھرکیہ ۴۔ سید چنگو اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ فقیر رحمت اللہ ونڈیر کی دی ہوئی معلومات ادھوری اور ناقص ہے.

"فقیر رحمت اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سید شرف الدین جو سہون کے حاکم بنے تھے۔ ان کے خاندان سے سندھ کے نامور صوفی شاعر حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی پیدا ہوئے. "[34]

"سید حسام الدین راشدی نے اپنے ایک مضمون میں حضرت سید علی مکی کی آمد کا سبب فوجی کاروائیاں بتائی ہیں". [35]

حسام الدین راشدی کی پیش کی گئی تحقیق کے مطابق سید علی مکی کی آمد کا سبب فوجی کاروائیوں والی روایت درست نہیں ہے جس کیلئے شاہ صاحب نے مختلف دلائل پیش کیے ہیں ان دلائل کی روشنی میں شاہ صاحب کی تحقیق ہے:" حضرت سید علی مکی کسی فوجی کاروائی کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی خدمات سرانجام دینے کے لیے آئے تھے۔"[36]

پاگاڑا خاندان کے جداعلی سید علی مکی ایک سو ساتھیوں کے ساتھ سامرہ سے ہجرت کر کے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے سندھ میں تشریف لائے اور ضلع دادو کے پرگنہ سیوستان میں ایک پہاڑ کے دامن میں دریاء کے کنارے ایک پر فضا بستی میں رہائش پذیر ہوئے یہ گاؤں آگے چل کر سید علی مکی کے نام پر لک علوی سے مشہور ہوا اور ان کی اولاد لکیاری سادات کہلائی. سندھ میں تشریف لانے والے سادات کا یہ پہلا خانوادہ تھا اس خاندان کی شرافت و نجابت کا تذکرہ سندھ کے مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے بڑے حسین الفاظ میں کیا ہے.

چنانچہ گیارہویں صدی کا ایک سندھی مؤرخ میرک یوشف اپنی کتاب "مطہر شاہجہانی" میں لکھتا ہے:

"سادات لکعلوی بسیار صحیح النسب اند"[37]

اس عظیم المرتبت خانوادے کی سندھ میں آمد کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان روایات کے علاوہ ہمیں اس خاندان کے متعلق سندھ کی کسی تاریخ میں کوئی ایسا مواد نہیں ملتا جس سے اس خاندان کی آمد کے متعلق کچھ مزید معلومات حاصل ہو سکیں. البتہ یہ حقیقت ہے کہ دلوراء کے گاؤں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں. حضرت سید علی مکی کی اولاد "لکیاری سادات" سندھ کے ہر حصے میں موجود ہیں اور آج بھی سہون میں فاطمہ اور چھٹہ آمرانی کی قبریں زیارت گاہ خاص و عام ہیں جس پر شاہجہانی دور کے ایک حاکم دیندار خان کا یہ کتبہ موجود ہے.

"بدور شہنشاہ شاہ جہاں خدیو خردمند۔ صاحب قرآں چوں خلد بریں روضہ شہ چھٹہ
بنا کرد نواب دیندار خان ز سال بنائش۔ طلب داشتن بہست بردنے زمین گفت عثمان"[38]

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اپنی کتاب سومرن جو دور میں لکھا ہے:

"چھٹہ عمرانی جو سہون میں مدفون ہے یہ دلوراء کا بھائی ہے. یعنی دلوراء اور چھٹہ دونوں عمران کے بیٹے تھے اس لحاظ سے عمرانی خاندان سے تھے جو کسی عرب قبیلے کی شاخ تھا."[39]

سید حاجی حسین علی شاہ شہوانی نے "تذکر مشائخ سیہوستان" میں لکھا ہے:

"چھٹہ عمرانی اور دلوراء عمران نامی ایک عرب کے بیٹے تھے جن کا تعلق تمیم قبیلے سے بتایا جاتا ہے، عمران کچھ عرصہ تک برہمن آباد کے حاکم بھی رہے تھے اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا دلوراء برہمن آباد کا حاکم مقرر ہوا۔"[40]

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی چھٹہ عمرانی کے متعلق معلوات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سہون میں چھٹہ عمرانی کے مقبرے کے ساتھ ایک مکان ہے جو چھٹہ عمرانی کے نام پر مشہور ہے. مکان کے مجاور کے پاس ایک مہر ہے جس پر آیتہ الکرسی صحابہ کرام کے نام کے علاوہ مندرج ذیل شعر بھی تحریر شدہ ہے.

حضرت قطب ربانی غوث صمدانی۔ حضرت شیخ چھٹہ شاہ عمرانی.[41] 305ھ

سید علی مکی کی سندھ میں آمد اور خلیفہ ربیع عرف چھٹہ عمرانی کا مختصر احوال:

سید علی مکی کی سندھ میں آمد کا آپ کی خاندانی کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"عامر عرب نامی ایک شخص تھا جس کی اولاد عمرانی کہلائی) اس عمرانی خاندان کا ایک شخص عبداللہ نامی حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مکران کا حاکم تھا جو کہ مسقط کا باشندہ تھا."[42]

"حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ انصاریؓ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے عالی قدر صحابہ اور معززین انصار میں ہو تا ہے نہایت بہادر شجاع جنگجو اور فن حرب میں ماہر تھے. حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں کوفہ کے گورنر مقرر کیے گئے تھے بعد ازاں حضرت عمر فاروق نے اصفہان کی گورنری پر مامور فرمایا. اسی دوران یعنی ۲۳ ھجری میں حضرت عبد اللہ انصاری کو مکران بلوچستان بھیجا گیا."[43]

"حضرت عبد اللہ کے خاندان کے لوگوں کی سید علی مکیؒ کے بڑوں سے عقیدت تھی. اسی خاندان میں ایک عامر نامی شخص گزرا ہے جس کی اولاد میں سے ایک شخص عبد اللہ تھا جو مکران میں سکونت پذیر ہوا. اس نے اپنا پیشہ تجارت بنالیا تھا تجارت میں آمدنی کے سبب ارمائیل یعنی لس بیلہ (بلوچستان) کو دائمی مسکن بنالیا اور تجارت میں بھی بہت ترقی کی اس کا کاروبار عربستان مکران سہوستان (سندھ) میں چلتا رہا. عبد اللہ کا ایک بیٹا ابو طفیل تھا جس نے بھی اپنے کاروبار کو ترقی اور وسعت دی. اس کاروبار مکران عربستان اور سیوستان تک پھیل گیا سیوستان میں تجارتی تعلقات ہالے پوتہ قوم سے ہوئے اور اس کی شادی بھی اسی قوم سے ہوئی جسکے سبب رہائش بھی سیوستان میں ہوئی اللہ کے فضل سے اسے ایک بیٹا ہوا جس کا نام آبائی سلسلہ کے مطابق ربیع رکھا گیا ان کی اہلیہ کیونکہ سندھی قبیلے سے تھی. تو انہوں نے اپنے آباء و جداد کے طرز پر ربیع کا نام چھٹہ رکھا جب ربیع تقریبا چودہ برس کا ہوا تو اسکی والدہ وفات کر گئی. ابو طفیل عمرانی نے اپنے بچے ربیع عرف چھٹہ کو مرشد سید علی مکی کی خدمت میں تعلیم تربیت کے لیے سپرد کیا اور خود سیوستان (سندھ) واپس ہوئے تو راستے میں ہی انتقال ہو گیا اس بچے کو سید علی مکی نے اپنے بیٹے سید محمد کے ساتھ تعلیم کیلئے چھوڑ دیا اسی درسگاہ میں فاطمہ نامی بچی بھی پڑھتی تھی جو قرآن پاک کی قاریہ تھی صاحب سیرت وصورت تھی ربیع عرف چھٹہ کا اس بچی کے ساتھ نکاح کا شوق ہو گیا چھٹہ نے اپنے اس راز کی حقیقت سید محمد کے ساتھ کی. درسگاہ سے واپس آکر سید محمد نے یہ ساری حقیقت اپنے والد گرامی سید علی مکیؒ سے کی اپنے بیٹے سید محمد اور ربیع عرف چھٹہ کی شادی کی کوشش کی اور وہ بچی حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے خاندان یعنی پنہور قبیلے کی تھی ربیع عرف چھٹہ کا رشتہ اس سے کروایا اور سید محمد کا رشتہ اپنے ہی خاندان کی لڑکی سے کروا دیا دونوں کی شادی کروادی. سید محمد اور ربیع عرف چھٹہ نے درسگاہ میں علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ روحانی اسباق سلسلہ قادریہ علوی میں سید علی مکی سے حاصل کرتے رہے دست بیعت بھی ہوئے تھے اور خلافت کا شرف بھی حاصل کیا تھا آپ نے قادری علوی فیض سینہ بسینہ اپنے بڑوں سے حاصل کیا تھا. سید علی مکی نے اپنے صاحبزادے سید محمد کو دینی کاموں کی طرف توجہ دلائی اور ربیع عرف چھٹہ کو اس کے والد صاحب والا کاروبار دوبارہ سے شروع کر کے دیا. ربیع عرف چھٹہ تجارت کے سلسلے میں عربستان سے مکران سیوستان آیا یہاں پر اس کے ماں کے رشتہ داروں نے اس سے ہمدردی کی اور تجارت کے لیے اسکے والد کی جگہ بھی دی اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لانے کا مشورہ بھی دیا[44] سیوستان اس کو سیون اور رسھون بھی کہتے ہیں یہ ایک قدیم شہر ہے اور "سندھ" کی اولاد "سہوارن" کے نام منسوب ہے. قدیم الایام سے یہ خود مختار دار الحکومت تھا اور قلعہ کی حیثیت بھی رکھتا تھا اروڑ کے راجاؤں اور ان کے بعد ٹھٹے کے حکمرانوں کے زیر نگیں رہا. شاہ بیگ نے اسے جام فیروز کے قبضے سے چھینا تھا اور مرزا شاہ حسن نے اسے پھر ٹھٹے سے منسلک کر دیا تھا. اس کے بعد جب سندھ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دربار کے گورنروں کے قبضے میں آیا تو اسے پھر نئے سرے سے ایک علیحدہ تخت گاہ بنایا گیا اب نواب خدایار خان کے عہد حکومت سے یہ پھر قدیم دستور کے مطابق سندھ میں شامل ہے."[45]

مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں:

"سہون کے پہاڑ پر ایک جاری چشمہ جو عجائبات میں سے ہے اکثر مریض اس میں غسل کر کے شفایاب ہوتے رہتے ہیں وہ ہمیشہ اسی طرح لبریز رہتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس میں پانی کہاں سے آتا ہے. مقررہ دنوں پر ہندو لوگ یہاں آکر پوجا کرتے ہیں".[46]

ضیاء القمر سید شاہ محمد شاہ لکیاری فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری میں رقم طراز ہیں:

"سہوستان میں مشہور بھگو تھوڑو نامی جبل کا ایک سلسلہ ہے جس میں گرم پانی کے چشمے ہیں وہاں دہارا تیر تھ کے نام سے کفر و شرک کا اڈا تھا وہاں لوگوں کا آنا جانا عام تھا ربیع عرف چھٹہ عمرانی نے یہ دیکھ کر اپنے مرشد کو یہاں لانے کا عزم کیا اور ان کا اتفاقا عرب جانا ہوا اور اپنے مرشد سید علی مکی کے ساتھ ساری حقیقت بیان کی۔"[47]

"اس وقت عباسی خلیفہ معتمد باللہ کا دور تھا سادات کرام پر عرب کی زمین تنگ پڑتی جارہی تھی۔"[48]

فضا بھی بدل چکی تھی اور آپ کو بھی ہجرت کا خیال آچکا تھا اور ربیع عرف چھٹہ فقیر نے سیوستان میں تبلیغ کی دعوت دی ہوئی تھی آپ کو حضور ﷺ کی دربار سے اجازت بھی مل چکی تھی جس میں سندھ میں دی ہوئی دعوت پر جانے کا ارشاد ہوا کہ سیوستان جاکر تبلیغ کی جائے۔ آپ نے سفر کے انتظامات کیے اور آپ کے ساتھ حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی (پنہور) قبیلے کے لوگ جو ربیع عرف چھٹہ فقیر کا سسرال تھے اور دوسرے عربی قبائل کے ایک سو گھرانے آپ کے ساتھ ہجرت میں شامل تھے سید علی مکی ربیع عرف چھٹہ فقیر کے تجارتی اونٹو والے قافلے پر سفر کر کے بصرہ ایران اور مکران سے ہوتے ہوئے ارمائیل یعنی لس بیلہ کے حدود میں پہنچے اور لس بیلہ میں رہائش پذیر ہوئے سفر کے مسائل اور تکالیف کی وجہ سے آپ کی اہلیہ محترمہ بیمار ہوئی اور وصال کر گئیں۔ اہلیہ متحرمہ کی وفات کی وجہ سے آپ کچھ عرصہ ارمائیل (لس بیلہ) میں سکونت پذیر رہے۔ ربیع عرف چھٹہ فقیر کو سید علی مکی کی اہلیہ کے انتقال کا بہت ارمان ہوا اور انتظار کرنے لگے کہ کوئی ایسا رشتہ ملے کہ آپ کی شادی کرائی جائے ربیع عرف چھٹہ فقیر کی واقفیت بہت تھی کیونکہ فقیر کے بڑوں نے یہاں حکمرانی بھی کی ہوئی تھی اور خود تاجر تھا ربیع عرف چھٹہ کی کوشش سے سید علی مکی کا نکاح لس بیلہ کے راجپوت سردار کی بیٹی سے ہوا۔ اس سردار کا نام قلمی کتاب میں موجود تھا مگر زمانہ گزرنے کے سبب یاد نہیں رہا۔ سید علی مکی کچھ عرصہ وہاں رہے دین کی اشاعت کی جام، گبول، رند، جمالی، وغیرہ آپ کے مرید ہوئے اور جب آگے تشریف لائے تو ان قبیلوں میں سے بھی بہت سارے آپ کے ساتھ ہی چل پڑے اور جو موجودہ سندھ کے مختلف علاقوں میں رہتے ہیں جو آج بھی آپ کی اولاد لکیاری سادات کے مرید ہیں[49] یاد رہے کہ سید علی مکی نے کچھ عرصہ گزارنے کے بعد سیوستان سندھ کا سفر شروع کیا۔ ربیع عرف چھٹہ فقیر کے رشتے داروں کے پاس پہنچے اپنے ساتھیوں کو ٹھہرایا مسجد تعمیر کروائی جو ابھی تک موجود ہے جو حضرت شاہ صدر نیک نظر کے نام سے منسوب و مشہور ہے وہاں سے آپ ساتھیوں سمیت بھگو ٹھوڑو جبل کے قریب سندھوں ندی کے قرب میں بستی آباد کی جہاں اپنے فرزند سید محمد اور ساتھیوں کو رہائش پذیر کر کے خود ربیع عرف چھٹہ کے ساتھ بھگو ٹھوڑو جبل کے اس چشمے پر کلمہ توحید بلند کرنے کی خاطر سکونت اختیار کی جہاں دہارا تیر تھ کے نام سے کفر و شرک کا اڈا تھا۔ اس کا ذکر روزانہ مہران اسپیشل شاہ صدر نمبر 1958ع میں رحیم داد خان مولائی شیدائی صاحب نے کیا ہے۔ تھوڑا ہی وقت گزرنے سے گردونواح کے لوگ آپ کا زہد و تقوی دیکھ کر معتقد بن گئے اور آپ نے آہستہ آہستہ تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا جس سے دہارا تیر تھ کے کفر و شرک کا اڈہ نیست و نابود ہو گیا۔ جو کہ آپ کا اصل مقصد تھا۔ آپ نے وہیں پر مسجد تعمیر کروائی وہ مسجد شریف اور آپ کی خانقاہ جہاں پر بعد میں آپ کے پوتے سید شاہ صدر نیک نظر نے بھی چلہ کشی کی جو آپ کے نام سے چلہ گاہ چشمہ (شاہ صدر) مشہور ہے۔ جو کہ ابھی بھی موجود ہے۔"[50]

وہ جگہ سید علی مکی کے نام سے مشہور ہے:

" جسے آج کل جسکو لکعلوی کہا جاتا ہے وہاں رہنے والے سادات کو (لکی والے سید) یعنی لک والے سید کے نام سے مشہور ہوئے۔ لک دو پہاڑوں کے درمیان گزر گاہ کو بولا جاتا ہے[51] سید علی مکی کی جو شادی لس بیلہ کے راجپوتوں کے شاہی گھرانے سے ہوئی تھی اس سے آپ کو تین فرزند ہوئے جن کی اولاد آگے بڑھی ان کا تفصیلی بیان آئے گا۔ سید علی مکی ۲۱۱ھ میں اپنی اولاد سندھ میں چھوڑ کر واپس مدینہ شریف چلے گئے پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کے مجاور بنے رہے بالآخر وہیں واصل باللہ ہوئے۔"[52]

خلاصۂ بحث:

سرزمینِ سندھ قدیم ترین تاریخی، علمی، تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی خطہ ہے جہاں بے شمار اولیاء کرامؒ کی مزارات آج بھی موجود ہیں جہاں ان نفوسِ قدسیہ نے اپنے اعلیٰ اخلاق، تعلیماتِ دین کی کرنیں شب وروز پھیلا کر یہاں موجود غیر مسلم بالخصوص ہندوؤں نے ان اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا یہ ان عظیم ہستیوں کی قربانیوں کا ثمر ہے ان ہستیوں میں پاگاڑا خاندان کے جدِ اعلیٰ سید علی مکیؒ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تر تصریحات اور حقائق کی روشنی یہاں مختلف مؤرخین نے یہ ثابت کیا ہے کہ سرزمینِ سندھ پر سید علی مکی کا ورود ہوا ہے جن میں خاص طور پر معروف مؤرخ نگار میر علی شیر قانع اپنی کتاب میں حضرت سید علی مکی کی رہائش کے مقامات ایک سے زیادہ بتا رہے ہیں اور آپ کے سسر دلوراء کی حکمرانی کے شہروں "الور" اور "برھمن آباد" کا تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن اتنے بڑے احوال دینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سید علی مکی چوتھی صدی ہجری میں "دلوارء" کی گوشمالی کرنے کے لیے سندھ کی طرف ہجرت کر کے آئے تھے۔ تاہم بعض مؤرخین سے سہو ہوا ہے جنھوں نے بعد میں سندھ کے مشہور اور عظیم صوفی شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی اور پاگاڑا خاندان کے حسب و نسب کو باہم ملایا ہے خلافِ حقیقت ہے۔ البتہ تحقیقی و تاریخی مطالعہ کی روشنی میں سید علی مکی کی آمد سرزمینِ سندھ پر متعلقہ تحقیقی مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے۔

حواشی

[1] ۔ مشوری محمد قاسم، ملفوظات شریف سندھی، جلد دوم، ص ۱۳

[2] ۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سندھ جا پاگاڑا پیر، ص ۲۷

[3] قانع علی شیر میر، تحفۃ الکرام، ص ۲۹۹، ۲۹۸

[4] ۔ ایضاً

[5] ۔ نسائی محمد طاہر، تاریخی طاہری، ص ۲۶، ۲۵

[6] ۔ میمن محمد صدیق، انتخاب تاریخ طاہری، ص ۱۵

[7] ۔ قانع علی شیر میر، تحفۃ الکرام، ص ۲۹۹

[8] ۔ قانع علی شیر میر، تحفۃ الکرام، ص ۱۲۱

[9] ۔ قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، ص ۱۰۷، ۱۰۶

[10] ۔ تبسم چوہدری، تذکرہ پیرانِ پاگاڑہ، ص ۸۷

[11] ۔ قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، ص ۱۸۲

[12] ۔ قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، ص ۱۷۸

[13] ۔ شیدائی مولائی خان رحیم داد ص ۲۶۹

[14] ۔ لاڑک خان محمد، حضرت پیر محمد راشد روضے دھنی ان کی علمی و ادبی اور روحانی خدمات، ص ۳۹

[15] ۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سومرن جو دور، ص ۲۱۳

[16] ۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سومرن جو دور، ص ۲۱۴

[17] ۔ بیگ قلیج مرزا، قدیم سندھ ان جا مشہور شہر اور ماڻھوں ص ۲۱۷

[18] ۔ خان بہادر، خداداد خان، لب تاریخ سکھر، ص ۱۲

19 ۔ بھٹی محمد اسحاق، بر صغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص ۱۵۸
20 ۔بیگ قلیج مرزا، قدیم سندھ ان جامشہور شہر اور ماڑھوں ص ۲۲۰
21 ۔ بھٹی محمد اسحاق، بر صغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص۱۵۹، ۱۵۸
22 ۔خان بہادر، خداداد خان، لب تاریخ سکھر، ص ۱۲
23 ۔بیگ قلیج مرزا، قدیم سندھ ان جامشہور شہر اور ماڑھوں ص ۲۱۷
24 ۔ قاضی علی اکبر، دولہا دراز ی ص ۲
25 ۔مشہوری محمد قاسم، ملفوظات شریف سندھی، ص ۱۴، ۱۳
26 ۔ قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام، ص۲۹۹

27 Sorley H.T., Gazetter of Wast Pakistan

28 ۔ قاضی علی اکبر، دولہا دراز ی ص ۲
29 ۔ مشوری محمد قاسم، ملفوظات شریف سندھی، ص ۱۵
30 ۔ سید جی ایم، جمب گزاریم جن سیں، ص ۲۰۴
31 ۔ قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام، ص ۳۶۳

32 E.H.Aitkens Gazetteer of the Province of Sindh Karachi, Merchantile Streem Press ,1907, P 96

33 ۔ وڈیرر حمت اللہ فقیر، حضرت روضے دھنی بادشاہ، ص ۷
34 ۔وڈیرر حمت اللہ فقیر، حضرت روضے دھنی بادشاہ، ص ۸
35 ۔ راشدی حسام الدین، ستارہ سندھ بہار نمبر ۱۹۳۶ء
36 ۔راشدی حسام الدین، گالھیون، گوٹ وٹن جون، ص ۳۶۰
37 ۔نعیمی اقبال حسین محمد قاضی مولانا تذکرہ اولیاء سندھ، ص ۱۷۸
38 ۔ قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، ص ۱۰۸
39 ۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سومرن جو دور، ص ۲۱۴
40 راشدی حسام الدین، مہران سہ ماہی جلد ۲۳، نمبر ۴، ۳، ص ۲۱۲
41 میمن عبد المجید سندھی، ڈاکٹر، مضمون براہمن آباد/منصورا مہران سہ ماہی، ص ۶۰
42 ۔ لکیاری، شاہ محمد شاہ سید، ضیا القمر، فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ص ۲۸
43 ۔ بھٹی محمد اسحاق، بر صغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص ۶۰
44 ۔ لکیاری، شاہ محمد شاہ سید، ضیا القمر، فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ص ۳۰
45 ۔ ٹھٹوی قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام، تصیح و حواشی امیر احمد مخدوم، ص ۴۲۸، ۴۲۷
46 ۔ بیگ قلیچ مرزا، شمس العلماء قدیم سندھ ان جامشہور شہر اور ماڑھوں، ص ۳۳
47 ۔ لکیاری، شاہ محمد شاہ سید، ضیا القمر، فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ص ۳۰
48 ۔ بھیو سردار فقیر، پاگاڑہ آئینو، ص ۳۶
49 ۔لکیاری، شاہ محمد شاہ سید، ضیا القمر، فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ص ۳۰ تا ۳۲

50 ۔ ایضاً ، ص ۳۵، ۳۴

51 ۔ بلوچ خان نبی بخش ڈاکٹر، سندھ جاپاگاڑا پیر، ص ۳۰

52 ۔ لکیاری، شاہ محمد شاہ سید، ضیا القمر، فی حالاتِ شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ص ۳۰ تا

مصادر و مراجع:

۔مشوری محمد قاسم، مترجم ملفوظات شریف سندھی، لاڑکانہ مدینہ پرنٹنگ، جلد دوم ص ۱۳، سال ۱۹۶۳

۲۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سندھ جاپاگاڑا پیر پیاکی پرنٹر، کراچی، ڈاکٹر نبی بخش خان ریسرچ فائونڈیشن حیدر آباد سندھ ص ۲۷

۳۔ ٹھٹھوی قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ ص ۲۹۹، ۲۹۸

۴۔ ٹھٹھوی، نسیانی محمد طاہر، تاریخ طاہری، تالیف شدہ ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ نشر کردہ محمد ابراہیم جویو، دبیر انجمن ادبی سندھی حیدر آباد، در حوالی سال ۱۰۳۰ھ، ۱۲۶۱ء، ص ۲۶، ۲۵

۵۔ میمن محمد صدیق، انتخاب تاریخ طاہری، شکارپور پوکر داس تھانورداس پرنٹنگ پریس، ص ۱۵، سال ۱۹۲۸ء

۶۔ ٹھٹھوی قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ص ۲۹۹

۷۔ ایضاً ، ص ۱۲۱

۸۔ قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، مطبوعہ سعد پرنٹرز، آرام باغ روڈ کراچی، ص ۱۰۶، ۱۰۷، جدید طبع ۲۰۰۶ء

۹۔ چوہدری تبسم، تذکرہ پیران پاگاڑا انڈس پرنٹرز، حیدر آباد سندھ ص ۸۷

۱۰۔ قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، ناشر سندھیکا اکیڈمی کراچی ص ۱۸۲

۱۱۔ ایضاً ، ص ۱۷۸

۱۲۔ شیدائی مولائی خان رحیم داد، جنت السندھ احمد برادرس پریس کراچی، ص ۲۶۹

۱۳۔ لاڑک خان محمد، حضرت پیر محمد راشد روضے دھنی ان کی علمی و ادبی اور روحانی خدمات، فائین کمیونیکیشن حیدر آباد، ص ۳۹، سال ۲۰۰۸ء

۱۴۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سومرن جو دور، حیدر آباد سندھ ادبی بورڈ، ص ۲۱۳، سال ۱۹۸۰

۱۵۔ ایضاً ص ۲۱۴

۱۶۔ بیگ قلیچ مرزا شمس العلماء، قدیم سندھ ان جا مشہور شہر اور ماڑھوں، سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ ص ۲۱۷

۱۷۔ خان خداداد بہادر خان، لب تاریخ سکھر، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو سندھ، ص ۱۲

۱۸۔ بھٹی اسحق محمد، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ لاہور، ص ۱۵۸

۱۹۔ بیگ قلیچ مرزا شمس العماء، قدیم سندھ ان جا مشہور شہر اور ماڑھوں، سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ ص ۲۲۰

۲۰۔ بھٹی اسحق محمد، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص ۱۵۹، ۱۵۸

۲۱۔ خان خداداد بہادر خان، لب تاریخ سکھر، سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ ص ۱۲

۲۲۔ بیگ قلیچ مرزا شمس العماء، قدیم سندھ ان جا مشور شہر اور ماڑھوں، ص ۲۱۷

۲۳۔ قاضی اکبر علی (دولھ درازی) سکھر کمال پرنٹنگ پریس، ص ۲، سن ۱۹۸۰ء

۲۴۔ مشوری محمد قاسم، مترجم ملفوظات شریف سندھی، ص ۱۴، ۱۳

۲۵۔ ٹھٹھوی قانع علی شیر میر، تحفتہ الکرام، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ص ۲۹۹

۲۶۔Solery H.T Gaze Heer of Wast, Pakistan Lahore was Pakistan Lahore wst Pakistan Printing Press, Page :151, Year 1968

۲۷۔ قاضی اکبر علی دولہادرازی، سکھر کمال پرنٹنگ پریس، ص ۲، سال ۱۹۸۰ء
۲۸۔ مشوری محمد قاسم، مترجم ملفوظات شریف سندھی، ص ۱۵
۲۹۔ سید جی ایم، جنب گزاریم جن سیں ۲۰۰۰ء
۳۰۔ ٹھٹھوی قانع علی شیر میر، تحفۃ الکرام، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ص ۳۶۳
۳۱۔ E.H.Aitkens Gazetteer of the Province of Sindh Karachi, Merchantile Streem Press ,1907, P 96
۳۲۔ ونڈیرر حمت اللہ فقیر، حضرت روضے دھنی بادشاہ، سکھر ہمدرد پریس، ص ۸، سال ۱۹۵۸
۳۳۔ ونڈیرر حمت اللہ فقیر، حضرت روضے دھنی بادشاہ سکھر ہمدرد پریس، ص ۸، سال ۱۹۸۵
۳۴۔ راشدی حسام الدین، ستارہ سندھ بہار نمبر، سال ۱۹۳۶
۳۵۔ راشدی حسام الدین، گالھیوں گوٹھ وٹن جوں، سردار پرنٹنگ پریس حیدر آباد، ص ۳۶۰
۳۶۔ نعیمی اقبال حسین محمد قاضی مولانا، تذکرہ اولیاء سندھ، علمی کتاب گھر، اردو بازار کراچی، ص ۱۷۸
۳۷۔ قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، سعد پرنٹرز آرام باغ روڈ کراچی، ص ۱۰۸
۳۸۔ بلوچ نبی بخش ڈاکٹر، سومرن جو دور، سندھی ادبی بورڈ، ص ۲۱۴، سال ۱۹۸۰ء
۳۹۔ راشد حسام الدین مہران سہ ماہی سندھی ادبی حیدر آباد، ص ۲۱۲، سال ۱۹۷۴
۴۰۔ میمن عبد المجید سندھی ڈاکٹر، مضمون برہمن آباد / منصورہ مہران سہ ماہی، سندھ ادبی بورڈ حیدر آباد، ص ۲۰، سال ۱۹۸۲ء
۴۱۔ لکیاری شاہ محمد شاہ سید، تقدیم و تصحیح، سکندری نور نبی مفتی، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ناشرہ شاہ صدر اکیڈمی درگاہ حضرت شاہ صدر الدین لکی ضلع جامشورو، ص ۲۸، اشاعت اپریل ۲۰۱۶
۴۲۔ بھٹی محمد اسحق، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ لاہور، ص ۲۰
۴۳۔ لکیاری شاہ محمد شاہ سید، تقدیم و تصحیح، سکندری نور نبی مفتی، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ناشرہ شاہ صدر اکیڈمی درگاہ حضرت شاہ صدر الدین لکی ضلع جامشورو، ص ۳۰، ۲۹
۴۴۔ ٹھٹھوی قانع علی شیر میر، تحفۃ الکرام، تصحیح و حواشی، امیر احمد مخدوم، مترجم رضوی اختر سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ص ۴۲۸، ۴۲۷
۴۵۔ بیگ قلیچ مرزا شمس العلماء، قدیم سندھ ان جامشورو شھر اور ماڑھوں، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ص ۳۳۔
۴۶۔ لکیاری شاہ محمد شاہ سید، تقدیم و تصحیح، سکندری نور نبی مفتی، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ناشرہ شاہ صدر اکیڈمی درگاہ حضرت شاہ صدر الدین لکی ضلع جامشورو، ص ۳۰
۴۷۔ بھیو سردار فقیر پاگاڑآئینو فائین کمیونیکیشن حیدر آباد ص ۳۶
۴۸۔ لکیاری شاہ محمد شاہ سید، تقدیم و تصحیح، سکندری نور نبی مفتی، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ناشرہ شاہ صدر اکیڈمی درگاہ حضرت شاہ صدر الدین لکی ضلع جامشورو، ص ۳۰ تا ۳۲
۴۹۔ ایضاء ص ۳۵، ۳۴
۵۰۔ بلوچ خان نبی بخش ڈاکٹر، مرتب قادری عبد الرسول ڈاکٹر، سندھ پاگاڑا پیر پیگاں پرنٹرس کراچی، ص ۳۰
۵۱۔ لکیاری شاہ محمد شاہ سید، تقدیم و تصحیح، سکندری نور نبی مفتی، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر و تعارف خاندان سادات لکیاری، ناشرہ شاہ صدر اکیڈمی درگاہ حضرت شاہ صدر الدین لکی ضلع جامشورو، ص ۳۶، ۳۵